ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

"طاہرہ نقوی کے انگریزی تراجم کا مختصر جائزہ"
(A Brief analysis of Tahira Naqvi's English Translations)

ڈاکٹر اعجاز احمد

استاد شعبہ اردو، پنجاب کالج، کیمپس ۸، لاہور

Abstract:

The study of translation in its manifold forms is now a well-established field of scholarly activity. Now it is a subject of serious research and study. The basic aim of this study is to overview the past tradition of translation and Tahira Naqvi's Translation of Manto,Hajrah Masroor and Ismat Chughtai's fiction. It attempts to check the style of translator and focuses on the issues such as nature of the literary text and different roles of translator as writer, reader and interpreter. It also deals with various qualities and responsibilities that should be a part of translator's repertoire in literary translation. A brief life sketch and research work of the Translator is also given who has translated the source language into target language. This research traces the act of translation as a dynamic process of the Text as a whole which captures the aesthetic, linguistic, and cultural sensibilities of its changing audience while keeping in it the message of holistic continuity of subcontinent civilization. It is important to examine the ways in which the author retain the cultural expressions, interprets those for his audience of the target language and properly establish the aesthetic and stylistic features of translated fiction.

Keywords: Translation, style, Literary Text, Source Language, Target Language

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جدید ابلاغی دور میں کلاسک کے تراجم مصنف کی فکری بالیدگی، ذہانت اور ذوق سلیم کے ترجمان ہیں۔ مترجم محض ایک زبان کے الفاظ کو متبادل دوسری زبان کے مفاہیم میں ہی تبدیل نہیں کرتا بلکہ اپنی بصیرت اور فکری و عصری آگہی سے تفہیم کے نئے نئے امکانات سامنے لاتا ہے۔ وہ دیسی ثقافت کو عالمی معیار عطا کرتا ہے۔ تہذیب و تمدن کے فروغ کی یہ مساعی جہاں نئے امکانات سامنے لاتی ہے وہاں دوسری تہذیب کے باسیوں کو ایک نئی ثقافت اور تہذیب سے روشناس کراتی ہے۔ یوں ایک خطے کی ثقافت اپنے تاریخی شعور سمیت نئے قارئین کے ذوق مطالعہ کو تسکین فراہم کرتی ہے۔ مترجم کی یہ کاوش تہذیبی مطالعہ کا ایک بہترین ذریعہ بھی ثابت ہوتی ہے۔

سوسن بیسنٹ (Susan Bassinet) اپنی کتاب "Post-Colonial Translation" میں لکھتی ہیں کہ ترجمہ خلا میں نہیں بلکہ تسلسل میں ہوتا ہے۔ یہ قرنطینہ میں رکھنے والا عمل نہیں۔ یہ ثقافتی تبدیلیوں کے مسلسل بہاؤ کا حصہ ہے۔ مزید، ترجمہ انتہائی سلیقہ مند سرگرمی ہے جس میں لسانی اور ثقافتی حدود کی منتقلی کے تمام مراحل شامل ہوتے ہیں۔ یہ متن اور مصنف کے مساوی تعلق پر مبنی سرگرمی ہے:

> "Translation does not happen in a vacuum, but in a continuum; it is not an isolated act, it is part of an ongoing process of intercultural transfer. Moreover, translation is a highly manipulative activity that involves all kinds of stages in that process of transfer across linguistic and cultural boundaries."(1)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

آج کے دور میں علمی وادبی تراجم کی سماجی، ثقافتی اور لسانی اہمیت سے انکار ممکن نہیں جب کہ علم کی حدود امکانی حد تک بڑھ چکی ہیں اور یہ ثقافتی اور لسانی بہاؤ ایک ملک تک محدود نہیں رہا۔ وقت کے تیز رفتار بہاؤ نے لسانیاتی حدود کے محدود رخ کو اس طرح تبدیل کر دیا ہے کہ تمام کلامیے (Discourses) ایک دوسرے کی پرت معلوم ہوتے ہیں۔ احمد جاوید (۱۸ نومبر ۱۹۵۵) کے بقول:

"انسانی تہذیب کے ارتقاء میں وحدت و تنوع کے مظہر نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ سماجی ہم آہنگی کے اصول کی دریافت کے لیے وحدت و کثرت میں مطابقت پیدا کرنا ضروری ہے۔۔ کمال ادراک اور حسن اظہار ترجمہ کے عمل میں مدد و معاون ہوتے ہیں۔ سماجی ہم آہنگی اصلاََ امن کا راستہ ہے۔ ترجمہ کا عمل تہذیبوں، قوموں، اور ثقافتوں کے درمیان رواداری اور برداشت کو فروغ دیتے ہوئے انسانیت کے تقدس کو بحال کرنا ہے۔ سماجی ترقی کا شعور ہی قوم کو کئی ممکنات سے ہمکنار کرتا ہے۔"(۲)

مشرقی زبانوں میں انگریزی تراجم کی ابتدا گرچہ ابراہام راجر (Abraham Rojer,1609-1649) اور چارلس ولکنز (Charles Wilkins,1749-1836) نے سنسکرت سے انگریزی زبان میں بگوت گیتا (Bagvad Geeta,1785) اور ہیٹوپیڈیسا (Heetopadesa,1785) کا ترجمہ کر کے کی لیکن کالی داس کا لکھا ہوا ڈرامہ شکنتلا (Shakuntala or Fatal Ring) وہ شاہکار ہے جسے سر ولیم جونز (Sir William Jones,1746-1794) نے ۱۷۸۹ء میں سنسکرت سے انگریزی زبان میں منتقل کیا اور اس انداز ترجمہ کیا کہ اس میں یورپی ادبی تحقیق اور جمالیات کے تمام عناصر یکجا کیے۔ اس ترجمے کے دور س نتائج تھے اور اسی وجہ سے وہ عظیم مستشرق اور انسانیت نواز کی حیثیت سے معروف ہوا۔ ۱۷۹۱ء میں کپتان ہنری ہیرس (Capt. Henry Harris) نے ہندوستانی لغت مدراس سے شائع کی۔ گل کرسٹ (جون بور تھ وک گل کرسٹ John Broth wick Gilchrest۔ پیدائش ۱۷۵۹ء بمقام ایڈنبرا، سکاٹ لینڈ۔ وفات ۱۸۴۱ء پیرس) کی انگریزی لغت کا ایک حصہ ۱۷۹۶ء میں شائع ہوا۔ انیسویں صدی کے وسط میں اردو یا انگریزی جملے یا عبارتیں ایڈیٹر کے پاس ترجمہ کے لیے بھیجی جاتی تھیں۔

وارن ہیسٹنگز (۱۷۷۲ء تا ۱۷۸۵ء) کے دور میں ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال (Asiatic society of Bengal) کا قیام عمل میں آیا۔ گل کرسٹ نے ہندوستانی قواعد لکھ کر زبان پر اپنی قدرت ظاہر کی۔ اس میں انھوں نے شیکسپیئر (William Shakespeare) کے دو مختلف ڈراموں ہنری ہشتم (Henry viii، ۱۶۲۳ء) اور ہیملٹ Hamlet، ۱۵۹۹ء۔ ۱۶۰۲ء) کے ایک ایک اقتباس کا نثری ترجمہ اردو زبان میں اور اردو رسم الخط میں بطور نمونہ دیا۔ "انجمن پنجاب" (۱۸۶۵) کے قیام اور ڈاکٹر لائٹنر (Gottlieb Wilhelm Lietner,1840-1899)، میجر فلر اور کرنل ہالرائڈ (W.R.M. Holroyd) کی سرپرستی میں انگریزی سے منظوم تراجم اور نثری تراجم کا سلسلہ شروع ہوا۔

قلق میرٹھی (۱۸۳۳۔۱۹۳۸) نے " جواہر منظوم کے نام سے اور بانکے بہاری لال نے " گوہر شب تاب " کے نام سے انگریزی نظموں کے تراجم کیے۔ انیسویں اور بیسویں صدی میں تراجم شاعری کے نثری اصناف کے بھی اردو زبان میں تراجم کیے گئے۔ یہی سلسلہ اردو سے انگریزی میں بھی شروع ہوا لیکن اس کی رفتار کم رہی۔ اردو ناولوں کے انگریزی تراجم کی طرف ترجمہ نگاروں کی توجہ بہت کم رہی۔ مغربی نظم و نثر کے شہ پاروں کے تراجم وقت کی ضرورت سمجھے گئے۔ جو استعماری دور کا (Colonial Era) خاصہ بھی تھے۔ تقسیم کے بعد چند اہم اردو ناولوں کے تراجم انگریزی زبان میں ہوئے وہ بھی ایک خاص پس منظر کے حامل ہیں۔ تاحال یہ روایت اتنی مضبوط نہیں کہ ہم اسے قابل تسلی کہہ سکیں۔ اردو ناولوں کے تراجم کے سلسلہ میں پہلا قدم جی ای وارڈ نے اٹھایا۔ ۱۹۰۳ء میں جی ای وارڈ (G.E.ward) نے لندن میں "مراۃ العروس" کا ترجمہ انگریزی زبان میں "The Bride's Mirror" کے عنوان سے کیا۔ علاوہ ازیں، اردو کے چند نامور ناول نگاروں کے ناول انگریزی زبان میں ترجمہ کیے گئے مثلاً قرۃ العین حیدر نے اپنے لکھے ہوئے ناولوں کے اردو سے انگریزی زبان میں تراجم کیے جن میں " پت جھڑ کی آواز" (۱۹۶۵ء) کا ترجمہ (1994) The Sound of Falling Leaves کے انگریزی عنوان سے کیا، ۱۹۷۹ء میں شائع ہونے والے ناول " آخر شب کے ہمسفر" کا ترجمہ Fireflies in the Mist کے نام سے 1994 میں، آگ کا دریا جو ۱۹۵۹ء میں شائع ہوا کا ترجمہ River of Fire کے نام سے ۱۹۹۸ء میں کیا اور ۱۹۴۹ء میں شائع ہونے والے ناول "میرے بھی صنم خانے" کا ترجمہ .My Temples, too (2004) کے عنوان سے کیا۔

مرزا ہادی رسوا(۱۸۵۷ء۔۱۹۳۱ء) کے ناول"امراؤ جان ادا "کو جو ۱۸۹۳ء میں اردو زبان میں شائع ہوا،اس کا انگریزی ترجمہ خشونت سنگھ (۱۹۱۵ء۔۲۰۰۴ء)اور علی عباس حسینی(۱۸۹۷ء۔۱۹۶۹ء)(بہ اشتراک)نے یونیسکو(UNESCO)کے تعاون سے ۱۹۶۱ء میں کیا۔یہ لکھنو کی ایک طوائف امراؤجان ادا(امیرن) کی آپ بیتی ہے جو لکھنو کے معاشرتی زوال کی عکاسی کرتی ہے۔اسی ناول کا ترجمہ ایس او اے ایس،لندن (School of oriental and African study, London)سے تعلق رکھنے والے پروفیسر ڈیوڈ جے میتھیوز (Professor David J. Mathews)نے ۱۹۹۶ء میں اس کا ترجمہ کیا۔کولمبیا یونیورسٹی کی پروفیسر فرانسس ڈبلیو پریچٹ (Frances w. Pritchett) نے بھی اس کا ترجمہ کیا ہے جو آن لائن ان کی ویب سائٹ پر موجود ہے۔

عبداللہ حسین(۱۹۳۱ء۔۲۰۱۵ء)نے اپنے ناول "اُداس نسلیں"کا ترجمہ خود کیا۔شوکت صدیقی کا ناول(۱۹۲۳ء۔۲۰۰۶ء)"خدا کی بستی"جس کا ترجمہ ڈیوڈ جے میتھیوز نے کیا۔انتظار حسین (۱۹۲۳ء۔۲۰۱۶ء)کے ناول "بستی" کا ترجمہ پروفیسر فرانسس ڈبلیو پریچٹ نے کیا۔جس کا ترجمہ نیویارک رویو بک کلاسک (www.nyrb.com)سے آن لائن دستیاب ہے۔یہ پہلے ہارپر کولنز،انڈیا(HarperCollins India,1995)سے شائع ہوا۔اس کا نظر ثانی شدہ ایڈیشن اوکسفورڈ یونیورسٹی پریس انڈیا سے ۲۰۰۷ء میں شائع ہوا۔جیلانی بانو(۱۹۳۶پ)کے ناول "بارش سنگ"کا ترجمہ راجندر سنگھ ورما(Rajinder singh) نے کیا۔یہ ناول اسٹرلنگ پبلشرز پرائیویٹ لمیٹڈ نیو دہلی ۱۹۹۶ء میں شائع ہوا۔ اس کا نظرثانی ایڈیشن ۲۰۰۴ء میں شائع ہوا۔یہ ناول "www.sterling publishers.com"پر دستیاب ہے۔علاوہ ازیں پریم چند(۱۸۸۰ء۔۱۹۳۶ء)کے ناول "گئودان"کا ترجمہ گورڈن روڈرمل(Gordon Roadermal) نے "The gift of the cow"کے نام سے ۱۹۶۸ء میں کیا۔رالف رسل(۱۹۱۸ء۔۲۰۰۸ء Ralph Russell) نے عزیز احمد(۱۹۱۴ء۔۱۹۷۸ء)کا اردو ناول "ایسی بلندی،ایسی پستی"کا ترجمہ "The shore and the wave" کے عنوان سے ۱۹۷۱ء کیا۔یہ ناول یونیسکو کے تعاون سے شائع ہوئے۔ان ناولوں کے ترجمہ میں حذف واختصار کا تاثر ملتا ہے۔ترجمہ کے پیچھے واضح طور پر یہ تاثر ملتا ہے کہ وہ اس ترجمے کو ہدفی زبان کے قارئین کے لیے قابل توجہ بنا رہے ہیں تاکہ انھیں ناول پڑھنے میں دقت محسوس نہ ہو۔ہندوستانی ناولوں کے انگریزی تراجم کا منفرد سلسلہ مکملن انڈیا لمیٹڈ(Macmillan India Ltd)نے ۱۹۹۶ء میں "Modern Indian Novels in English Translation"کے عنوان سے شروع کیا۔اب تک یہ سو سے زائد ناول شائع کر چکی ہے۔ان ناولوں کے تراجم کی خاص بات ان کے ساتھ کسی نقاد کا تبصرہ ،مترجم کا نوٹ اور حواشی شامل ہیں۔ان میں سے کچھ ناول انڈیا اور بیرون ممالک کی یونیورسٹیز کے نصاب کا حصہ ہیں۔

انڈیا میں خواتین ناول اور افسانہ نگاروں کے لیے ادارہ "Kali for women"۱۹۸۴ء میں شروع ہوا جس کا بنیادی مقصد کو خواتین مصنفین کے تحریروں کو شائع کرنا تھا۔عصمت چغتائی اور قرۃ العین حیدر کی تحریروں کے تراجم اور کام کی اشاعت کا سلسلہ شروع کیا۔طاہرہ نقوی(پ،۱۹۴۵ء)کے کیے ہوئے عصمت چغتائی کی کہانیوں کے تراجم"The quilt and other stories(1990)" اور ایک ناول ٹیڑھی لکیر "The crooked line(1995)" کا ترجمہ آج نصاب کا حصہ ہے۔یہ ناول اپنے مخصوص پس منظر کی بنا پر یونیسکو کے تعاون سے ترجمہ ہوئے۔ان کے علاوہ کئی پاکستانی اور ہندوستان میں چھپنے والے ناولوں کا ترجمہ انگریزی زبان میں ہو چکا۔سجاد ظہیر(۱۹۰۵ء۔۱۹۷۳ء)کا "ناول لندن کی ایک رات"A night in London"کے نام سے چھپا۔اس کا ترجمہ بلال ہاشمی نے کیا ہے اور اس کے علاوہ جزوی ترجمہ بھی ہے جو رالف رسل(۱۹۱۸ء۔۲۰۰۸ء)Ralph Russell نے کیا ہے جو آن لائن http://www.londonfictions.com پر دستیاب ہے۔یہ خود نوشت ناول ہے۔پریم چند کا ناول رنگ بھومی جس کا ترجمہ منجو جین Manju Jain نے playground کے نام سے کیا،راہی معصوم رضا(۱۹۲۷ء۔۱۹۹۲ء)کے ناول "آدھا گاؤں"ترجمہ Gillian Wright(پ۱۹۵۷)نے The Fuedaling families of village Gangauli کے نام سے،اور شری لال شکلا کے ناول "راگ درباری"کا ترجمہ بھی Gillian Wright نے کیا۔پاکستان میں عمیرہ احمد(۱۹۷۶ء)کے ناول "لاحاصل"کا انگریزی زبان میں ترجمہ Hollow pursuit کے عنوان سے یاسمین قریشی(Yasmin Qurashi)نے کیا ہے۔جس کی اشاعت ۲۰۱۱ء میں فیروز سنز سے ہوئی۔عمیرہ احمد کے بیشتر ناولوں کا انگریزی زبان میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ہاشم ندیم نے اپنے ناول "خدا اور محبت کا"ترجمہ God and love کے نام کیا ہے جسے ہاشم ندیم نے خود ترجمہ کیا ہے یہ ترجمہ مکتبہ علم و عرفان پبلشرز نے شائع کیا ہے۔شمس الرحمن فاروقی نے اپنے ناول "کئی چاند تھے سر آسماں"کا ترجمہ "The Brides Mirror"کے عنوان سے خود کیا۔انتظار حسین(۱۹۲۳ء۔۲۰۱۶ء)کے ناول "آگے سمندر ہے"(The Sea Lies Ahead)کا ترجمہ رخشندہ جلیل نے کیا ہے جس نے کراچی کے ادبی میلہ میں انعام بھی حاصل کیا۔الوک بھالا اور نشاط زیدی نے ان دو مختصر ناول "دن اور داستاں"ترجمہ کیے ہیں۔اردو زبان کے "کلاسک" کے تراجم کی شرح بہت کم ہے جس کی موجودہ دور میں ضرورت ہے۔دنیا کے گلوبل

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

ولیج(Global Village)میں بدلنے کے بعد، بین القوامی قارئین کا وسیع حلقہ ان نمائندہ تراجم سے مستفید ہو سکتا ہے۔ زبانی جمع خرچ نظر آتا ہے لیکن اس حوالے سے کبھی سنجیدہ کاوش نہیں کی گئی، جو افسوس ناک ہے۔ آصف فرخی لکھتے ہیں:

> "Translations are important, indeed vital, and they help develop and sustain the very foundations of a literary dialogue, across and through cultures. There can be no two opinions about the crucial role translations play in the world today, but I would like to begin by reiterating this. Because lip service is paid but effective measures for promoting or encouraging translations are a rather neglected area in our literary culture."(۳)

اسی تناظر میں طاہرہ نقوی نے سعادت حسن منٹو، منشی پریم چند، ہاجرہ مسرور، خدیجہ مستور کے افسانوں کے تراجم کیے ہیں اور خصوصی طور پر عصمت چغتائی کے ناولوں کے تراجم کا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے جو اپنی نوعیت کا منفرد کام اس لحاظ سے ہے کہ اتنے تسلسل سے کسی مترجم نے کسی خاص ناول وافسانہ نگار پر کام نہیں کیا۔ ان کی یہ ادبی کاوش لائق تحسین ہے کہ وہ اردو زبان وادب اور ترقی پسند تحریک کی ایک نامور ادیبہ اور ہندوستانی ثقافت وتہذیبی روایات کو بین القوامی سطح پر متعارف کروا رہی ہیں۔ زیر نظر سطور میں طاہرہ نقوی کا تعارف اور ان کے کیے گئے تراجم کا جائزہ لیا گیا ہے کہ تراجم کے سلسلہ میں انھوں نے عصمت چغتائی کو کیوں منتخب کیا۔ طاہرہ نقوی(۱۹۴۵ء) ابادان (ایران) میں پیدا ہوئیں لاہور میں تعلیم حاصل کی اور آجکل امریکہ(USA) میں مقیم ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی سے ایم ایس سی سائیکالوجی (M.Sc. Psychology) کرنے کے بعد ۱۹۷۱ء میں امریکہ چلی گئیں۔ انھوں نے اپنا تعلیمی سلسلہ جاری رکھا اور ویسٹرن کونیکٹی کٹ سٹیٹ یونی ورسٹی (Western Connecticut State University) سے ماسٹر آف سائنس ایجوکشن میں ڈگری حاصل کی۔ ادب کے مختلف شعبوں کے کورسز کیے۔ ۱۹۸۳ میں ایک مشق، جو بچپن کی یادوں کے حوالے سے تھی، اسے مکمل کیا جو بطور ادیب ان کی شناخت کا سبب بنی۔ وہ گذشتہ پچیس سال سے انگریزی اور اردو زبان کی تدریس میں مصروف ہیں۔ ابتدا میں وہ کولمبیا یونیورسٹی میں اردو پڑھاتی رہیں اور آج کل (NYU) میں اردو زبان وادب کی استاد ہیں۔ تدریس کے علاوہ وہ بحثیت مترجم بھی کام کر رہی ہیں۔ مترجم کی حیثیت سے ان کی توجہ کا خصوصی مرکز سعادت حسن منٹو(۱۹۱۲ء۔۱۹۵۵ء)، عصمت چغتائی(۱۹۱۵ء۔۱۹۹۱ء)، منشی پریم چند(۱۸۸۰ء۔۱۹۳۶ء)، ہاجرہ مسرور(۱۹۳۰ء۔۲۰۱۲ء) اور خدیجہ مستور(۱۹۳۰ء۔۱۹۸۲ء) ہیں۔

طاہرہ نقوی کے اردو افسانوں اور ناولوں کے کیے گئے انگریزی تراجم دہلی سے ادارہ Kali for women اور Women Unlimited سے شائع ہوئے ہیں اور اب UK سے بھی دوبارہ شائع(Reprint) ہوئے ہیں۔ پاکستان اور US میں بھی Feminist Press نے ان کے ناول اور مختصر افسانوں کے تراجم کو شائع کیا ہے۔ طاہرہ نقوی کے انگریزی تراجم جن رسائل میں شائع ہوئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

Annual of Urdu studies, Journal of South Asian Literature, Columbia University Press, Cambridge Scholars press, Women Unlimited/Kali for women, New Delhi, Oxford University press, Pakistan, Sheep Medlow press, New York, Vanguard Book Ltd. Lahore, Pakistan, Feminist Press, New York, Heinemann International Press, UK.

طاہرہ نقوی کی مختصر کہانیوں(Short Stories) کا وسیع پیمانے پر ادبی انتخاب(Anthologies) کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں، ان کے مختصر افسانوں کے دو مجموعے(Attar of Roses and other stories from Pakistan) اور(Dying in a Strange Country) شائع ہو چکے ہیں۔ بحثیت مترجم، طاہرہ نقوی نے عصمت چغتائی کے افسانوں "لحاف اور دوسری کہانیاں"(The Quilt and other Stories)، منٹو کا خاکہ "میرا دوست، میرا دشمن"(MY Friend, My Enemy. Essays ,Reminiscences, Portraits)، عصمت چغتائی کے ناول ٹیڑھی لکیر(The Crooked Lines)، عجیب آدمی(A Very Strange Man)، معصومہ(Masooma)، سودائی(A Wild One)، جنگلی کبوتر(Wild Pigeon)، دل کی دنیا(The Heart break Free,)، ایک قطرہ خون(One

(Drop of Blood)، بچھو پھوپھی(Aunty Scorpion)،ہندوستان چھوڑ دو اور دوسری کہانیاں(Quit India and Other Stories)اور عصمت کی خود نوشت "کاغذی ہے پیرہن"(Kagzee Hey Parhan)کا ترجمہ شامل ہے.

اس کے علاوہ،وہ خدیجہ مستور کے لکھے ہوئے افسانوں کے مجموعے "ٹھنڈا میٹھا پانی"(Cool, Sweet water)کا ترجمہ بھی کر چکی ہیں۔سعادت حسن منٹو کے افسانوں کا ترجمہ بھی کیا ہے۔وہ مارقویز(Marquez)کو اپنا پسندیدہ مصنف قرار دیتی ہیں۔وہ ان کی دس کہانیوں کا اردو زبان میں ترجمہ کر چکی ہیں۔اردو سے انگریزی ترجمہ کرنے کے حوالے ان کا کہنا ہے:

> "Translation offers an opportunity to examine language in all its permutation very closely, providing insight into cultural and linguistic contexts, syntactic and stylistic trends and subsequently an understanding of the role language plays in producing effective and powerful narratives."(۴)

طاہرہ نقوی نے اردو سے انگریزی تراجم کے لیے عصمت چغتائی، منٹو، خدیجہ مستور،ہاجرہ مسرور کا انتخاب کیا ہے جو ترقی پسند تحریک کے حوالے سے اپنا مخصوص پس منظر رکھتے ہیں۔ان افسانہ نگاروں نے سماجی ناہمواریوں اور معاشرتی کروٹوں مرکز نگاہ بنایا۔طاہرہ نقوی نے عصمت چغتائی کے جن ناولوں کے انگریزی زبان میں تراجم کیے وہ اپنی فکر اور سماجی سوچ کے حوالے سے مخصوص پس منظر کے حامل ہیں۔پروفیسر گوپی چند نارنگ لکھتے ہیں:

> "جن افسانہ نگاروں کی جڑیں ہماری تہذیب ،معاشرہ اور سماج میں پیوست ہیں ان میں کرشن چندر،راجندر سنگھ بیدی،خواجہ احمد عباس، قراۃالعین حیدر،اور عصمت چغتائی وغیرہ ہیں۔ ہمارے سماج کے مروجہ دقیانوسی اور غلط رسم ورواج کے خلاف ان ادیبوں نے نسوانی آزادی اور جنس کے صحت مند نقطہ نظر اور جذبات کو گہرائی سے پیش کیا،ان میں عصمت چغتائی نے جنسی گھٹن، جنس کے غیر معمولی رشتوں،نفسیاتی الجھنوں اور ذہنی کجرویوں کو منفرد انداز میں پیش کیا۔"(۵)

اس لحاظ سے اگر عصمت چغتائی اور ہم عصر ادیبوں کی تحریروں کا جائزہ لیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ یہ تمام ادیب معاشرے کے ان رسوم ورواج کے ناقد تھے جنھوں نے ایک لحاظ سے اسے اخلاقی دیوالیہ پن کا شکار کیا ہوا تھا اور ہے۔عصمت چغتائی کی ان تحریروں کے پیچھے کیا محرکات ہیں اس سلسلے میں اس دور کا پس منظر دیکھنا بہت ضروری ہے۔یہ ترقی پسند تحریک کا دور تھا جو مغربی افکار سے متاثر اور معاشرتی انقلاب کی داعی تھی۔ہم دیکھتے ہیں کہ عصمت چغتائی نے ترقی پسند تحریک کے دور میں ناول کے فن میں نمایاں مقام حاصل کیا۔وہ ترقی پسند فکشن نگاروں میں اہم مقام رکھتی ہیں۔ ناولوں کے علاوہ ان کے افسانے بھی کافی اہمیت کے حامل ہیں۔ متوسط مسلمان گھرانوں کی خواتین،زمیندار گھرانوں کی بگڑی ہوئی عورتوں اور لڑکیوں کی زندگی اور ان کی جنسیات سے عصمت کو خاص دلچسپی ہے۔وہ اس لحاظ سے فرائڈ کے فلسفے کی پیروکار نظر آتی ہیں کہ انسانی شخصیت پر سب سے زیادہ اثر ڈالنے والا پہلو اس کی جنسی زندگی ہے۔تقریباًہر جگہ اور ہر کردار میں وہ اس پہلو کو نمایاں کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتیں۔ جنسی کج روی پر خصوصی توجہ کی وجہ سے وہ کہیں کہیں فحش نگاری کے دلدل میں پھنسنے لگتی ہیں جو ان کی فنی بصیرت اور فنکارانہ مہارت کا ایک پہلو ہے۔عصمت کے ناولوں کی کامیابی اور ان کی اہمیت کا اصل راز ان کی دلکش اور شیریں زبان ہے۔وہ کرداروں کی حرکات وسکنات اور ان کے طور طریقوں سے زبان وبیان میں مزید حسن پیدا کر دیتی ہیں۔ وہ مکالموں میں طنز وظرافت سے بھی کام لیتی ہیں اور کرداروں سے اکثر تیکھی زبان استعمال کراتی ہیں جس کا اثر ذہنوں پر تادیر قائم رہتا ہے۔وہ عورتوں کے مخصوص محاورات،روزمرہ اور لب ولہجہ پر مکمل دسترس رکھتی ہیں۔ان کی تحریر میں نت نئے تجربات ومشاہدات ہیں جن کی اساس سماج کے رویے پر ہے۔

JAHAN E TAHQEEQ
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

"عصمت کی تحریریں بلاشبہ موضوعات، اسلوب، کردار اور لب ولہجے کے اعتبار سے تانیثی حسیت Feminist Sensibilityاور Feminist Consciousness کے اظہار کا پہلا معتبر تجربہ ہیں ان کی تحریریں اردو ادب میں تانیثیت کی پہلی اور مستند دستاویز ہیں۔"(۶)

عصمت نے اپنے ناولوں میں مکالموں سے پر لطف ماحول پیدا کیا ہے۔ اشاریت اور رمزیت کا استعمال ان کی نثر کو نیا مفہوم عطا کرتا ہے۔ عصمت نے جنسی حقیقت نگاری کو اپنے ناولوں میں پیش کیا ہے۔ ان کے ناولوں میں وہ تمام راز عیاں ہیں جن کا ذکر سماج میں معیوب اور ممنوع سمجھا جاتا ہے۔ عصمت کے یہاں حقیقت نگاری، کردار نگاری اور جنسی مسائل کا بیان بڑے خوبصورت انداز میں ملتا ہے۔ ان میں ضدی، ٹیڑھی لکیر، باندی، تین اناڑی، معصومہ، دل کی دنیا، ایک قطرہ خون وغیرہ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ عصمت کے بیشتر ناولوں کے پلاٹ اور قصے پر کردار نگاری بھاری پڑ جاتی ہے۔ انھوں نے بہت سے ناولوں میں سوانحی انداز اپنایا ہے جیسے ٹیڑھی لکیر جو شمن کی داخلی اور خارجی زندگی کا ترجمان ہے۔ عصمت اپنے کرداروں کی نفسیات کا خاص خیال رکھتی ہے جو ٹیڑھی لکیر اور ضدی جیسے ناولوں ظاہر کرتے ہیں۔ عصمت چغتائی نے اپنے ناولوں میں نسوانی کرب کو عورت کی نظر سے دیکھا ہے جو تیکھے لب ولہجے میں تفصیل، تواتر اور شدّت کے ساتھ سامنے آتا ہے۔ وہ مرد کی حاکمانہ اور جابرانہ برتری کے خلاف تھیں۔ عصمت چغتائی نے اپنی ادبی زندگی کے سفر میں چھ طویل اور چار مختصر ناول تحریر کیا۔ ان کا پہلا ناول "ضدی" ۱۹۴۰ء میں شائع ہوا۔ اس میں اعلی طبقے کی روایت پرستی اور ادنی طبقے کی قدامت پرستی کی بھرپور عکاسی کی گئی ہے۔ اس ناول کے مرکزی کرداروں میں ایک پورن سنگھ ہے جس کا تعلق زمیندار گھرانے سے ہے جو ایک خود سر اور ضدی کردار ہے۔ دوسرا کردار آشا ہے جو ایک نچلے طبقے کی ملازمہ ہے۔ پورن اور آشا کے درمیان بے باکانہ عشق اور پرانے و فرسودہ روایات کی بت شکنی اس ناول کی فضا کو موثر بناتی ہے۔ یہ ناول بظاہر ایک عام سا رومانی ناول ہے مگر اس سرمایہ دارانہ نظام پر گہرا طنز بھی ہے۔

عصمت کا سب سے شاہکار ناول "ٹیڑھی لکیر" ہے جو ۱۹۴۴ء کو شائع ہوا۔ اس ناول کی ہیروئن شمن کے ارد گرد ساری کہانی کا تانا بانا بنا گیا ہے۔ اس کردار کے اندر بچپن سے ہی بغاوتی عنصر موجود ہے۔ اس نے ہاسٹل میں رہ کر تعلیم حاصل کی، نوکری کی، شادی بھی اپنے پسند سے کی مگر نباہ نہ ہونے کی صورت میں لڑائی بھی کی اور نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ شوہر ہی گھر چھوڑ کر بھاگ گیا۔ یہ ناول شمن کی فکری کج روی اور آزاد خیالی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اسے قدم قدم پر سماجی و معاشرتی بندشوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مگر اسے سماج کی بندشوں کی کوئی پرواہ نہیں۔ پروفیسر عبد السلام لکھتے ہیں:

"عصمت نے ٹیڑھی لکیر میں ایسے کہانی بیان کی ہے جس کی زندگی میں ٹیڑھی لکیر ہے۔ اس کی فکر اور اس کے عمل کو کجروی عطا کرنے میں اس کے ماحول کو بڑا دخل ہے۔"(۷)

"دل کی دنیا" ایک سماجی ناولٹ ہے۔ یہ خاندان اور فرسودہ رسم رواج میں جکڑی ہوئی ایک ایسی لڑکی کی کہانی پیش کی ہے جو شوہر کی بے توجہی کا شکار ہے اور ساری عمر اس کی بے اعتنائیوں اور مظالم کے باوجود خدمت کرتی رہتی ہے۔ اس کردار کا نام قدسیہ بیگم ہے جو خاندانی عزت و وقار کی ساری ذمہ داریاں قبول کرتی ہے اور فطری اور جبلی تقاضوں کو خاندان کی لاج شرم کے تلے دفن کر دیتی ہے۔ ناول "تین اناڑی" میں عصمت نے بچوں کی کبھی نہ ختم ہونے والی سرگرمیوں، لا ابالی پن ، شرارتوں اور لایعنی حرکتوں کو اپنا موضوع بنایا ہے۔ عصمت کا ایک اہم ناول "معصومہ" ہے جس میں انھوں نے مسلم متوسط طبقے کی معاشی و اقتصادی زبوں حالی کا نقشہ بڑے دلکش پیرائے میں بیان کیا ہے۔ اس ناول کے ذریعہ عصمت نے عورت کی بے بسی اور مجبوری کا فائدہ اٹھانے والے دولت مند اور سیٹھ ساہوکاروں کی ہوس پرستی کو ظاہر کیا ہے اور عورت کی ابتر حالات کو سدھارنے کی کوشش کی ہے۔ "ایک قطرۂ خون" عصمت کا آخری ناول ہے جو واقعات کربلا پر مشتمل ہے۔ اس میں کربلا کی شہادت پر جذبات وعقائد کا سہارا لیا گیا ہے۔ عصمت نے اس ناول میں محبت وانسانیت اور امن وبھائی چارگی پر زور دیا ہے اور ساتھ ہی ہجرت کا کرب، خوف و دہشت کا عکس اس ناول میں موجود ہے۔ ناول "باندی" میں عصمت نے نوابوں کی زندگی اور ان کے عادات واطوار کی بھرپور عکاسی کی ہے۔ عصمت نے اس ناول میں نوابوں کی جنسی گراوٹ اور ان کی جنسی نفسیات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ عصمت کے بیشتر ناولوں میں ایک باغیانہ تیور دیکھنے کو ملتا ہے۔ وہ اپنے فکشن کے ذریعے سماج میں پھیلی ہوئی برائیوں کا خاتمہ چاہتی ہیں۔ خاص طور پر عورتوں کے استحصال کے خلاف اپنی آواز بلند کرتی ہیں۔ عصمت عورتوں کے مسائل کو بڑے خوب صورت اور فن کارانہ انداز

سے بیان کرتی ہیں۔ان کی تحریر کا خاص وصف ان کے نسائی محاورات، تشبیہات و استعارات سے سجی سنوری ہوئی زبان اوران کی مخصوص علاقائیت ہے۔ عصمت "چوٹیں" کے دیباچے لکھتی ہیں:

> "سیدھی سادی زبان جو کم و بیش شمالی ہند کے ہر گھر میں سمجھی جاتی ہے چھوٹی چھوٹی نسوانی تشبیہیں، محاورے اور استعارہ شوخیاں اور چٹکیاں جو آپ ہی آپ اس نگار خانے میں خوبصورت گل بوٹے بناتی جاتی ہیں ہر چیز اپنی جگہ پر خوبصورت معلوم ہوتی ہیں۔"(۸)

اگر ہم عصمت کے معاصرین منٹو، کرشن چند، بیدی وغیرہ کی تحریروں کا جائزہ لیں تو ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے اس طرح کی زبان سے ان کا دور دور تک بھی کوئی سروکار نہیں ہے۔ عصمت نے عورت کی نفسیات میں موجود مرد کا رعب و تسلط ختم کیا اور گھر کی چار دیواری سے باہر نکلنے کی راہ دکھائی۔ انھیں عورتوں کی تعلیم اور آزادی سے گہری دلچسپی تھی۔ فرماتی ہیں:

> "مجھے روتی بسورتی، حرام بچے جنتی، ماتم کرتی عورت پن سے نفرت ہے۔"(۹)

عصمت چغتائی جس شخصیت سے متاثر ہوئی وہ "انگارے"(۱۹۳۲ء) کی رشیدہ آپا(ڈاکٹر رشید جہاں، ۱۹۰۵ء۔ ۱۹۵۲ء) تھیں۔اس حوالے سے وہ لکھتی ہیں:

> "رشیدہ آپا ہی مجھے ایسی ہستی نظر آئیں جنھوں نے مجھ میں خود اعتمادی پیدا کی۔ میں نے انہیں گرو مان لیا۔"(۱۰)

عصمت کے ناول ہمارے سامنے وقت کا سماجی تصور لاتے ہیں۔اس کے کردار معاشرے میں اپنی سماجی الجھنوں سے لڑ رہے ہیں۔عصمت نے کرداروں کو جیسا پایا، ویسا ہی لکھ دیا۔ان کے پہلے ناول "ضدی" کا پورن طبقاتی نظام کا شکار ہوا، محبت سے محروم ہو کر ضدی بن جاتا ہے اور بالآخر خودکشی کر لیتا ہے۔ ناول "ٹیڑھی لکیر" ایک متوسط مسلمان لڑکی شمن کے بچپن اور جوانی کے واقعات پر مبنی ہے جو شمن کی شخصیت کا نفسیاتی تجزیہ ہے۔انسان کا ماحول اس کی سیرت اور شخصیت کی تکمیل کرتا ہے اور یہی اس کے ظاہر و باطن کا عکس ہے۔ شمن ماں، باپ، محبوب ہر ایک چاہت سے محروم رہی۔اس کی زندگی میں آنے والے مرد بھی اس کی پیاس کو نہ بجھا سکے۔"معصومہ "۱۹۴۷ء کی تقسیم اور فسادات سے متاثر ہونے والے عام افراد کی کہانی ہے۔زوال حیدر آباد کے بعد معصومہ کا والد بڑے لڑکوں کو لے کر پاکستان چلا جاتا ہے۔معصومہ اپنی ماں ، بہن اور بھائی کے ہمراہ حیدر آباد رہ جاتی ہے۔حالات کی گردش اسے طوائف بننے پر مجبور کر دیتی ہے۔یہ ناول بمبئی کے حالات پر مبنی ہے۔"سودائی"، جو ۱۹۶۴ء میں شائع ہوا۔اس پر "بزدل" نامی فلم بنی۔اس کا مرکزی کردار "سورج" ظاہر میں انسان لیکن باطن میں شیطان تھا۔عصمت نے انسانی نفسیات میں موجود تہہ در تہہ گراوٹ، باطنی شیطانیت کا پردہ چاک کیا ہے۔"جنگلی کبوتر" میں فلیش بیک کی تکنیک کے ذریعے ازدواجی زندگی کے مختلف رخ بیان کیے گئے ہیں۔خاص طور پر، میاں بیوی کے تعلقات میں موجود خلیج جو آج کے دور اہم مسئلہ ہے، اس میں زیر بحث ہے۔"دل کی دنیا" عصمت کا مختصر ناول ہے جس میں اعلیٰ اور ادنیٰ طبقے میں موجود تفاوت کا تذکرہ ہے۔"عجیب آدمی" عصمت چغتائی کا ساتواں ناول، جس کا کردار فلمی دنیا سے تعلق رکھتا ہے۔بظاہر خوش حال لیکن باطن میں مضطرب، جو فلم انڈسٹری کی مصنوعی زندگی اور ناآسودگی پر بڑا طنز ہے۔ان کا آٹھواں ناول "ایک قطرہ خون" واقعات کربلا پر مبنی ناول ہے جو ۱۹۷۹ء میں شائع ہوا۔یہ میر انیس کے مرثیوں کی نثری شکل ہے لیکن اس کا موضوع اور پیش کش منفرد ہیں۔

طاہرہ نقوی عصمت چغتائی کے بیباک تخلیقی اظہار کی معترف ہیں۔خاص طور پر انھوں نے خواتین ادیبوں کو اظہار کا وہ احساس دلایا جو انڈیا اور پاکستان میں عورت کی خود آگاہی اور بلا جھجک اپنے مسائل عوامی سطح پر پیش کرنے کا ایک نیا اور منفرد انداز تھا۔عصمت چغتائی کے فکشن پر نظر ڈالتے ہوئے وہ لکھتی ہیں:

> "She played an important role in developing and shaping the modern Urdu short story form as we know it today. More importantly, she helped establish a tradition of self-awareness and undaunted creative expression for the Indian and Pakistani women writers who came after her."(۱۱)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

اسی طرح منٹو اردو افسانہ نگاروں کی فہرست میں ایسا نام ہے جو اپنے منفرد اسلوب اور سماجی نقاد کی حیثیت سے اہم مقام رکھتا ہے۔ طاہرہ نقوی نے The life and work of Sadat Hassan manto میں ان کے مختلف افسانوں کا ترجمہ کیا ہے جو اپنی نوعیت کا منفرد کام ہے۔ منٹو نے ادب کے نئے زاویے اور نئی جہات سے روشناس کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ منٹو نے آنے والی نسلوں کو بھی افسانہ لکھنا سکھایا۔ "آتش پارے" سعادت حسن منٹو کا پہلا افسانوی مجموعہ ہے جو 1936ء میں چھپا تھا۔ دیباچے لکھتے ہیں:

"یہ افسانے دبی ہوئی چنگاریاں ہیں۔ ان کو شعلوں میں تبدیل کرنا پڑھنے والوں کا کام ہے۔"

طاہرہ نقوی نے خدیجہ مستور کے مختصر افسانوں کے مجموعہ "ٹھنڈا میٹھا پانی"(Cool, Sweet water) کا ترجمہ بھی کیا ہے۔ خدیجہ نے متوسط اور نچلے طبقے کی زندگیوں کے دکھوں، غموں اور مسئلوں کو اُجاگر کیا۔ معصوم اور الہڑ لڑکیوں کے سینے میں جنم لینے والے خاموش جذبات کو زبان عطا کی۔ فن کی تحریر میں مشاہدے کی گہرائی، شعور کی پختگی اور تجربے کی وسعت شامل تھی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ طاہرہ نقوی نے تراجم کے لیے ان ادباء کا انتخاب کیا ہے جو معاشرے میں موجود ان مسائل کی نشاندہی کرتے ہیں جو نفسیاتی کجروی، جنسی گھٹن اور معاشرتی منافقت و جبر کا سبب ہیں۔ منٹو اور عصمت چغتائی کے موضوعات سماجی گھٹن اور چار دیواری کی نفسیات کی سرگذشت ہیں۔ ہاجرہ مسرور نے عصمت چغتائی کے رنگ کو اپنایا۔ خدیجہ بھی عصمت چغتائی سے متاثر تھی لیکن اس نے عورت میں سیاسی شعور بیدار کیا۔ گویا سماجی حقیقت نگاری کا ان سب کے ہاں واضح شعور ملتا ہے۔ طاہرہ نقوی اپنے تراجم کے حوالے سے اور ان ادیبوں کے انتخاب کے حوالے سے لکھتی ہیں:

> "I have decided to dedicate my writing to women," says Tahira Naqvi very determinedly. The author of “Atar of Roses and Other Stories from Pakistan” and “Dying in a strange country”,Tahira is an acclaimed fiction writer, translator and professor who consider herself to be a 'feminist' although she finds the word itself to be quite limiting. "I'm very involved with women's issues and very interested in their lives, their thoughts and ideas so I've chosen to translate the works of women and write about women," she says.(12)

طاہرہ نقوی اپنی تحریروں اور تراجم کو نسائی ادب کا ترجمان قرار دیا ہے۔ ان کے بقول کہ عصمت چغتائی، خدیجہ مستور، ہاجرہ مسرور اور دیگر خواتین افسانہ نگاروں نے عورت کے جو مسائل بیان کیے ہیں وہ بہت حد تک اب بھی ان سے آزاد نہیں۔ معاشرتی جبر کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ عورت گھر میں ہو یا باہر اسے آج بھی ان مسائل کا سامنا ہے جو معاشرہ اسے دینے سے انکاری ہے۔ عورتوں کے مسائل اور آگہی دراصل معاشرے کی اصلاح ہے جہاں اس کے حقوق کا تحفظ اسی وقت ہو سکتا ہے جب وہ ان مسائل کے حوالے سے آگہی رکھیں گی۔ اس لیے وہ اصول پر کاربند ہیں وہ عورتیں کے حوالے سے لکھے گئے نسائی ادب کے تراجم کریں گی اور عورتوں کے حوالے سے ہی لکھیں گی۔ عصمت چغتائی سے اپنی وابستگی اور اس کے کام میں اپنے اس خبط اور لگن کے حوالے سے طاہرہ نقوی کا استدلال یہ ہے:

> "Sometimes I think I've become Chughtai's protégé in her absence. I think of myself as her student because I've worked so much with her writing". She was the last writer of Urdu and the first South Asian woman writer to write like that and now because of these translations her work has joined the canons of international feminist writing”.(13)

وہ عصمت چغتائی کے اسلوب بیاں اور عورتوں کے حوالے سے ان کی فکر کو بہت اہم سمجھتی ہیں۔ عصمت ان کی نظر میں ایک توانا وجود ہے جو اپنی تحریروں کی جولانی اور سماجی حقیقت نگاری سے معاشرے کا زندہ کردار بن چکا اور اپنی موت کے بعد اپنی تحریروں کی کاٹ سے زندہ ہے خواہ دوسرے اس کے حوالے سے کچھ بھی محسوس کریں۔ عصمت چغتائی کے اسلوب بیاں کے حوالے سے لکھتی ہیں:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

"In large part, it is Ismat Chugtai's diction, her unique and rich idiom that pulls us along, especially those of us who view Urdu not only as a language, but an institution….Dialects and idioms explode on every page so that each paragraph becomes more than just a collection of sentences conveying an idea; it shapes itself into a representation of a way of life, traditions, a philosophy."(14)

ترجمہ بنیادی طور پر وہ اسلوب بیاں ہے جو ماخذ زبان اور ہدفی زبان کے درمیان توازن پیدا کرتا ہے۔کلامیہ کی تفہیم کے لیے ضروری ہے کہ مترجم مصنف کی تحریر میں موجود روزمرہ محاورہ ،ثقافتی اور تہذیبی عناصر کا خیال رکھے۔گفتمان یا کلامیہ(Discourse) میں آنے والے رموز اوقاف،اشارات،علامات،ثقافتی پہلو،پہلوداری اور پس منظری مفہوم کو کماحقہٗ واضح کرے۔اصل مفہوم کی وضاحت تبھی ہو گی جب مترجم مطلوبہ زبان کے اسالیب اور مفاہیم سے آگاہ ہو۔عصمت چغتائی کی تحریروں کے تراجم خطرات سے بھرپور ہیں۔۔وجہ یہ ہے کہ ان کے ناول اور افسانوں میں الفاظ کا چناؤ ایک خاص مزاج کا حامل ہے۔رمزیت، اشاریت اور محاورات کی بھرمار ہے۔جس کا ترجمہ آسان نہیں۔ٹیڑھی لکیر کا یہ اقتباس واضح کرے گا کہ عصمت کے اسلوب بیان کو ہدفی زبان میں تبدیل کرتے ہوئے محاوراتی احتیاط کی ضرورت محسوس ہوتی ہے جسے طاہرہ نے بخوبی ہدفی زبان میں منتقل کیا ہے:

"وہ ہر وقت اپنے آپ کو ان کے پاس محسوس کرتی۔۔وہ کھڑی ہے مس چرن کا خیالی ہیولیٰ پاس سے گذر گیا ہے۔وہ خود سو رہی ہے ۔مس چرن اسے تھپک رہی ہیں۔وہ پیاسی ہیں حلق چٹخا جارہا ہے اور مس چرن اس کے منہ میں ٹھنڈے ٹھنڈے خوشبودار عرق نچوڑ رہی ہیں۔"(ٹیڑھی لکیر۔ص۶۸)

"She began to feel her teacher's physical presence even when she was not there. She's standing and Miss Charan's image rushes by her side; she is sleeping and Miss Charan is petting her; she's thirsty, her throat is parched and Miss Charan is dripping cool, fragrant juices into her mouth." (TCL49)

لیسلے فلیمنگ(Lesley A. Fleming)طاہرہ کے ٹیڑھی لکیر(Crooked Line)کے ترجمہ کے حوالے سے لکھتی ہیں:

"Tahira Naqvi's translation of the novel is quite readable, although it does not attempt to reproduce the quality of Ismat's language. The English text is peppered with Urdu words, fortunately without distracting notes. For the uninitiated reader, a brief glossary is provided at the back of the book, with a helpful list of the most commonly used Urdu kinship Terms."(15)

ترجمے کے دوران اسلوب کا معاملہ سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے جہاں بہت توجہ اور گہرے ارتکاز کی ضرورت ہمہ وقت ہوتی ہے۔عصمت کی زبان اور اسلوب میں علاقیت،روزمرہ اور بیگماتی انداز نمایاں ہے جو اس دور میں متوسط طبقہ(Middle Class)کی گھریلو خواتین استعمال کرتی تھیں۔اس کے ساتھ ساتھ تشبیہ واستعارات اور عورتوں کے مخصوص محاورات کا استعمال عام تھا۔طاہرہ کے بقول:

"One encounters in her stories a vibrant and robust flavour deeply ingrained in her language that must be dealt with adequately if the translation is to have any real merit. In effect, there is not just a story that requires retelling; there is also the

question of metaphor and figure of speech that has to be grappled with.”(16)

اس کی مثال ناول "ضدی" کے اس ابتدائی اقتباس کے ترجمہ سے ظاہر ہوتی ہے جس میں انھوں نے ماخذ زبان کے متن کو ہدفی زبان میں برقرار رکھنے کی کوشش کی ہے۔ ملاحظہ ہو:

"پانی جان توڑ کر برس رہا تھا۔ معلوم ہوتا تھا آسمان میں سوراخ ہو گئے ہوں۔ سچ ہی ہے کب سے تنا کھڑا تھا۔ سڑ گل کر سوراخ ہو جانا کیا تعجب؟ کئی رات برستا رہا۔ اور صبح سے برس رہا تھا۔ زور زور سے گویا بھر بھر سمندر پانی کے کوئی پوری طاقت سے زمین پر پٹخ رہا ہو۔ کچی دیواروں کے گھر تو کبھی کے پانی کے طمانچوں سے بے دم ہو کر بیٹھ گئے۔ چھپر گیلی ڈھاڑیوں کی بانسوں اور بلیوں سے جھول پڑے اور گھر والے پیڑوں کے نیچے دبک بیٹھے۔(ضدی۔ ص۵)

“Rain fell with unflagging tenacity. The sky seemed to have developed holes, but was it any wonder really that having been stretched taut for this long it rots and disintegrates and develops holes? Many nights it rained and it had been raining since early morning today. Heavily, as if oceans of water were being hurled with great force at the earth. The foundations of the walls had succumbed to the impact of the water and had collapsed. The roofs swung from the weight of the bamboo poles and rafters like wet beards, and the owners of the houses huddled under the trees.”

ناول "عجیب آدمی" میں بھی متن سے وفاداری نظر آتی ہے۔ متن کی ساخت البتہ انگریزی نحوی ساخت کے مطابق ڈھال لی ہے۔ مقامیت کا خیال رکھا ہے جیسے "کاجل"۔ "عجیب آدمی" کے دوسرے اقتباس ملاحظہ ہو:

"میٹھی میٹھی قدرتی کاجل سے کجلائی ہوئی معصوم سی آنکھیں، نپی تلی ناک، نہایت نزاکت سے ترچھے ہوئے گداز مگر چھوٹے چھوٹے ہونٹ، ننھے بچے جیسی بھولی ٹھوڑی، سڈول ہاتھ پیر، پہلوانوں جیسی مچھلیوں جیسی تہیں بلکہ کنہیا جی کی طرح چکنے اور لچکدار اگر باریک ترچھی ہوئی مونچھیں نہ پالتا تو بالکل اٹھارہ برس کی فلنی جیونت لگتا۔"(عجیب آدمی، ص۴)

“He had eyes that were sweet and innocent, darkened naturally as if they had been circled with kajal, a well-proportioned nose, small delicately chiseled, soft lips, a babyish chin, lissome hands and feet, not muscular like a wrestler’s, but smooth and sleek like Kanhayaji’s. If he didn’t have a fine, close-trimmed mustache he could have passed for an eighteen-year-old Falni Jewant.”

ضدی، ٹیڑھی لکیر، معصومہ، عجیب آدمی اور ایک قطرہ خون وغیرہ کے انگریزی ترجمے میں متن کے اسلوب کو برقرار رکھنے کوشش برابر نظر آتی ہے۔ لیکن یہ صورت حال ہمیں Quit India and Other stories میں اس تواتر سے نظر نہیں آتی ۔ یہی صورت حال "تین اناڑی" میں محسوس ہوتی ہے جہاں فقروں کی نحوی ساخت درست نہیں، روزمرہ اور محاورہ میں چمک نہیں۔ گویا ترجمہ میں کمی کا احساس ہوتا ہے۔ س کے باوجود، یہ قابل مطالعہ اور رواں انگریزی میں ہے۔ حقیقت یہ ہے

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

کہ اگر ترجمے میں کلامیے کا مکمل مفہوم ادا نہیں ہوتا تو اس ماخذ زبان کا قاری اسے محسوس کرے گا خواہ ہدفی زبان کے قاری کو یہ سقم معلوم نہ ہو۔ جب ایک ترجمہ اردو سے انگریزی زبان میں منتقل ہوتا ہے۔ "صبا محمود بشیر "طاہرہ نقوی کے تراجم کی زبان پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

> "The translation is a delicate balance between the source language and the target language where Naqvi has made to retain the cultural and ethnic nuances in English as well. However there is an incomplete feeling as the book "quit India and other stories" do not have either a translator note or even an introduction. It can be argued that Chughtai,s work is self-explanatory but the book does leave one with feeling of strange incompleteness, as one want to know the the working of the translator, especially for an author like chughtai".(17)

طاہرہ نقوی کے منٹو کی کہانیوں کے تراجم پر تبصرہ کرتے ہوئے ایم اسد الدین کی رائے ہے:

> "This was followed by Tahira Naqvi's translation of seventeen of Manto's stories. In recent years,Tahira Naqvi has achieved considerable fame as a competent translator of Ismat Chughtai's novels and short stories, but her translations of Manto's stories belong to an earlier period. Although they are free of distortions and inaccuracies, they cannot be called very distinguished. (18)

طاہرہ نقوی کے کیے گئے عصمت چغتائی کے ناولوں کے تراجم کے متعلق ایم اسد الدین کی یہ رائے ان کے منٹو کے مختلف تراجم کے ذاتی تجزیے اور ان کی اپنی ترجمے کی مشق پر مبنی رائے ہے جس سے اختلاف کیا جا سکتا ہے۔ بہر حال ان کے تراجم ہدفی زبان کے قارئین کی فطری ضرورت پوری کرتے ہیں۔ شائفتہ ایوب (Shaifta Ayub) عصمت چغتائی کے افسانے "چوتھی کا جوڑا" کے انگریزی ترجمے پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

> "Tahira Naqvi is "domesticating "by finding English equivalent for almost all cultural expressions and limiting the cultural exchange"….Tahira Naqvi imagining the naivety of her audience to understand the original cultural specific expressions and words indulges in detailed explanations. Her translation becomes more an interpretation and less a translation of original. For this reason we can find long sentences in Tahira Naqvi with elaborate expression."(19)

طاہرہ نقوی اپنے ترجمے میں ثقافتی اظہار کے حامل مقامی الفاظ کے مماثل انگریزی الفاظ استعمال کرتی ہیں اور یوں وہ ترجمے میں ثقافتی تبدیلی کے امکان کو کم کر دیتی ہیں۔ افسانے میں ایسے بے شمار فقرات ہیں جو مقامی مفہوم دیتے ہیں جن کو ترجمے کے دوران طاہرہ نقوی نے ہذف کر دیا ہے مثلاً افسانہ "چوتھی کا جوڑا" میں ایسی کئی مثالیں ہیں جہاں ثقافتی تبدیلی کے امکان کو محدود کر دیا ہے:

> "نہ تو اس کی آنکھوں میں پریاں ناچیں "کا ترجمہ Never put a sparkle in her eye کیا ہے اور Dancing Fairies کو حذف کر دیا ہے۔ "ابا کتنے دبلے پتلے جیسے محرم کا علم "کا ترجمہ Aba was slight as pole کیا ہے اور "محرم کا علم "کو حذف کر دیا ہے۔ "کٹی ہوئی مرغی "کا ترجمہ Slaughtered animal کیا ہے اور "Chicken" کو حذف کر دیا ہے۔ ایس کئی مثالیں ترجمے میں موجود ہیں۔"

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

طاہرہ نقوی کی انگلش اچھی محاوراتی اور ہدفی زبان کے قارئین کے مطالعاتی مقصد کو پورا کرتی ہے۔انگریزی زبان کا قاری ان کی نثری وضاحت،جملوں کے خوب صورت استعمال اوراس کی بطور مترجم صلاحیت پر بھروسہ کرتا ہے۔اگرچہ عصمت کی تحریر کے پیچ وخم کو مکمل طور ہدفی زبان میں منتقل کرنا آسان نہیں، پھر بھی اہل زبان ہونے اور عصمت کے افسانوں اورناولوں پر ان کی عمیق نظر نے ان کے اس ہدف کو قارئین کی مطالعاتی تسکین کے قابل بنادیا ہے۔

> "Tahira Naqvi's translation from the Urdu is top-notch as she keeps all phrases and words intact, where they should be".(The Crooked Line) (20)

ادبی ترجمہ دوسری اصناف کے ترجمے سے مختلف ہوتا ہے۔بے شمار الفاظ کو ترجمے کی گرفت میں لانا آسان کام نہیں۔اس کے لیے بڑی ہمت اور بڑے دل کی ضرورت ہوتی ہے۔سب سے بڑا چیلنج ہدفی متن سے وفاداری ہے جو انہی احساسات اور رد عمل کو ظاہر کرے جو ماخذ متن میں موجود ہو۔بہر حال یہ مترجم کی ذمہ داری ہے کہ وہ لفظوں اور جملوں کا وفادار ہو کیونکہ ہر لفظ کا اپنا تاثر اور اپنا ثقافتی پس منظر ہوتا ہے جسے بر قرار رکھنا ہی ترجمے کا اصل حسن ہے۔ترجمے کے دوران تسلسل بر قرار رکھنا مشکل کام ہے۔اس کے لیے جملہ سازی کی صلاحیت، محاوراتی تاثر، جذباتی اتار چڑھاؤ اور ماخذ کے اسلوب سے مکمل واقفیت کی ضرورت ہوتی ہے۔کامیاب مترجم ثقافتی تبدیلیوں، رسموں، محاورات اور اسلوبیات کو پیش نظر رکھتا ہے۔ایرن کورمین(Arin Koreman) لکھتی ہیں:

> "In The Crooked Line, colonial and patriarchal discourses create different ideas about the roles of the colonizer and colonized and of men and women, which oppress the native population and women. As an Indian woman, Shaman's position within society is very much influenced by these oppressing discourses."(21)

طاہرہ نقوی نے عصمت چغتائی کے اسلوب کو کامیابی سے انگریزی زبان میں منتقل کیا ہے اور کے ناول اور افسانوں کے اسلوب بیاں تک رسائی اور اسے حاصل کرکے برقرار رکھنے کی حتی الامکان کوشش کی ہے۔وہ اپنے تراجم میں ماخذ متن میں موجود معنی اور ثقافت کو بر قرار رکھنے کی کوشش میں کامیاب ہیں۔"ایک قطرہ خون" میں عصمت چغتائی کا زبان کو اس کی تمام جزئیات سمیت انگلش میں منتقل کرنا مشکل ہے خصوصاً تاریخی روایات، میدان کربلا کے منظر اور تباہ حال قافلہ حسین کی حالت پر۔ترجمہ پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر زوویہ حمید الدین لکھتی ہیں:

> "For the South Asian disapora and those unfamiliar with Urdu, it is Naqvi's literary translations that echo Chughtai's thoughts and words with astonishing accuracy and insight. Her translations are the prism through which they read, understand and appreciate Chughtai.Naqvi's translation, One Drop of Blood, is a brilliant masterpiece, a tribute to her two passions — "Ismat and Karbala", as she states herself. The book has been a labour of love, specifically translated for the younger generation and Naqvi's tour de force." (22)

طاہرہ نقوی کے ترجمہ کی خصوصیت یہ کہ انھوں عصمت کے مشکل اسلوب کو انگلش میں منتقل کرتے ہوئے بنیادی جزئیات کا خیال رکا ہے۔ماخذ زبان اور ہدفی زبان میں موجود تعلق کو بر قرار رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔

> "Naqvi has translated most chughtai's works in to English and therefore shares crucial insights into the hallmarks of chughtai are writing which at the same time proved immensely difficult to translate, the unique begumati zaban, for instance used by

> middle class women and the begums of Urdu speaking households. (23)

عصمت چغتائی کے موضوعات زندگی کے نفسیاتی اور معاشرتی پہلو کو واضح کرتے ہیں۔اس لیے ان کے قارئین ان کی حقیقت نگاری کو تسلیم کرتے اور ان کی تحریروں کے مداح ہیں۔طاہرہ نقوی کا کمال یہ ہے کہ انھوں نے عصمت چغتائی کے ناولوں، افسانوں اور منٹو اور خدیجہ مستور کے افسانوں کے انگریزی تراجم کے ذریعے ،پاکستانی ثقافت، پاکستانی عورت اور اس کے مسائل اور پاکستان کی ثقافت اور تہذیبی اقدار کو انگریزی زبان کے قارئین تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔اپنی ان تراجم کے ذریعے انھوں نے پاکستانی عورت کی تصویر، اس کے مسائل و مشکلات، حالات کا جبر، معاشرے میں اس کے مقام کو واضح کیا ہے۔یہ تصور کہ پاکستانی عورت جبر کا شکار ہے اور اس کی آزاد حیثیت کوئی نہیں اس حقیقت کو جھٹلایا ہے اور واضح کیا ہے کہ اسی معاشرے میں عورت اپنی آزادی کا تحفظ بھی کرتی ہے۔وہ لکھتی ہیں:

> "In Pakistan we have a wonderful mix, we do have women who are extremely independent and educated and who can fight off this kind of oppression. Then there are the middle class women who are strong but silent, they are not oppressed but leading quiet lives."(24)

یہ کہنا بجا ہے کہ طاہرہ نقوی نے ترجمہ کرتے ہوئے اپنے فرائض سے پہلو تہی نہیں کی اور مصنف کی منشا کے مطابق کلامیہ کو ہدفی زبان میں منتقل کیا ہے۔اپنے ترجمہ میں انھوں نے مصنفہ کی تحریر میں اضافہ یا تخلیق کی قطعی کوشش نہیں کی۔بعض جگہ انھوں نے ثقافتی علامات کو ہدفی زبان میں منتقل نہیں کیا جو ثقافتی اظہار کی علامت ہے۔ان کی معیاری انگریزی ترجمے میں آنے والی کو بعض کوتاہیوں کو چھپا لیتی ہے جس کا صلہ بھی انہی کو جاتا ہے۔انھوں نے کوشش کی ہے ہدفی زبان کے متن کو مکمل ترجمہ کیا جائے اور اختصار یا حذف سے گریز کیا ہے۔ایم اسد الدین کی رائے ہے:

> "If the objective is to introduce a writer of great talent and insight to those who do not read the language in which he wrote, the translator should take utmost care to minimize sacrifices and distortions. This calls for an attitude of respect towards the writer and the original text. The translator's misplaced zeal should not lead him to import information in the attempt to add local color or exotic appeal. Likewise, it should not lead him to sanitize the text, cleaning out all seeming warts, angularities, and cultural nuances, because in the ultimate analysis these may have been the very qualities that made the writer and his texts distinctive in the original."(25)

اس رائے کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہمیں طاہرہ نقوی کے تراجم میں مصنف کے متن سے وفاداری کا سلسلہ نظر آتا ہے۔ان کے بقول کئی مکتبہ فکر اس خیال کے حامی ہیں کہ ترجمہ میں فقروں کی مکمل نحویاتی ساخت اور روانی کو پیش نظر رکھا جائے جو قاری کو یہ بات بھلا دے کہ یہ ترجمہ نہیں۔کچھ مکتبہ فکر قاری کو احساس دلاتے ہیں کہ متن ترجمہ شدہ ہے۔لیکن عصمت چغتائی کے قارئین کا وسیع حلقہ ہے اس لیے میں نے کوشش کی ہے کہ حذف و اختصار سے اجتناب کروں، اپنی طرف سے متن میں تحریف یا اضافے نہ کروں۔میں مصنف کی آواز سنتی ہوں کہ یہ اس کی کہانی ہے میری نہیں۔

حواشی اور حوالہ جات:

(پ:۱۹۶۹)پی ایچ ڈی سکالر۔علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد

Susan bassnet and Harish Trivedi.Post-Colonia Translation.London:Routledge.1999,p4-۱

۲۔ شیخ عبدالرشید۔ترجمہ اور سماجی ہم آہنگی۔(http/daily Pakistan.com.pk/16october2017)

https://www.the news.com.pk/tns/detail/565990-literaturetranslation-۳

www//http//as.nyu.edu/content-۴

۵۔پروفیسر گوپی چند نارنگ۔اردو افسانہ روایت و مسائل(دلی:ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس۱۹۸۱ء)،۲۰۳۔

۶۔اردو میں نسائی ادب کا منظر نامہ۔مرتبہ قیصر جہاں، شعبہء اردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، جولائی ۲۰۰۴ء، ص ۸۳

۷۔ڈاکٹر عبدالسلام۔اردو ناول بیسویں صدی میں۔ص ۳۷۱

۸۔کرشن چندر۔چوٹیں کا دیباچہ بحوالہ عصمت چغتائی کی ناول نگاری ٹیڑھی لکیر کی روشنی میں، ص۱۷۔شبنم رضوی۔دہلی:نیو پبلک پریس۔۱۹۹۲، ص۱۷۷۔

۹۔ایم سلطانہ بخش، ڈاکٹر۔عصمت چغتائی شخصیت و فن۔(مقالہ نگار۔ندا فاضلی)مقالہ عصمت آپا۔اسلام آباد:ورلڈ ویژن پبلشرز، ۱۹۹۲ء، ص۷۷

۱۰۔رسالہ فکر و تحقیق۔عصمت فن اور شخصیت، شمارہ ۱۰، جولائی اگست، ۲۰۰۱ء، ص۱۴۱۔

11.Chughtai, Ismat.. The Quilt & Other Stories. Translated by Tahira Naqvi and Syeda S Hameed. River dale-on-Hudson, NY: Sheep Meadow Press.1994, p7

12.Zeynab Ali. Writing for Women.(http:/the hungry reader wordpress.com/2017/8/11/ the-crooked-line-by-ismat-chughtai-translated-from-the-urdu-by-tahira-naqvi/}/}

13. Zeynab Ali. Writing for Women.(http:/the hungry reader .wordpress.com/2017/8/11/ the-crooked-line-by-ismat-chughtai-translated-from-the-urdu-by-tahira-naqvi/}/}

14.Naqvi, Tahira. “Introduction”. The Crooked Line. Women Unlimited, 2006. Introduction”. Vintage Chughtai: A Selection Of Her Best Stories. Women Unlimited,2013.

15.Lesslay A Fleming..A Reiew Article.Out of the Zenana: New Translations of Ismat Chughtai’s Work. University of Maine .Annual of Urdu studies

16. http://kindlemag.in/to-be-a-gentle-coloniser/

17.https:hungryreader.wordpress.com/2017/08/11/the-crooke-line-by ismat-chughtai-translated-from- the –Urdu- by -tahira naqv/

18.M.Assad ud din. Manto Flattened: An Assessment of Khalid hassan's Translations,Annual of Urdu studies. 130.

19. Cases of "Domestication and foreignization" in the Translation of Urdu short story in to English: A preliminary Inquiry) European academic research, volume.ii

, issue 4/July 2014, p.4798 .www.euacademic.org

20.Muhammad Salman Riaz .A Stylistic Analysis of Manto's Urdu Short Stories and their English Translations. The University of Leeds, School of Languages, Cultures, and Societies, October 2018, p39.

21. Arin Koreman. Towards a crooked voice: Language and the development of the female protagonist in The Handmaid's Tale and The Crooked Line. Bachelor thesis Literary Studies Utrecht University, 2016.p, 30

22. https://www.dawn.com/news/1537003

23. http//www.dailypoineer.com,An uncivil women, writing on Ismat Chughtai edited by Rakhshanda jalil, p.4

24. https://www.dawn.com/news/1537003

25.M.Asadududin. Manto Flattened: An Assessmentof Khalid Hasan's Translations. Annual of Urdu studies.p139.
http://www.columbia.edu/itc/mealac/pritchett/00urdu/tobateksingh/txt_asaduddin_manto_trans.pdf

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

مآخذ :

۱۔ آزاد، محمد حسین۔ آب حیات۔ لکھنو: اتر پردیش اردو اکیڈمی، ۲۰۰۳ء ۱۳۔

۲۔ انور سدید، ڈاکٹر۔ اردو ادب کی تحریکیں۔ کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۸۵ء۔

۳۔ احمد پراچہ۔ پاکستانی اردو ادب اور اہل قلم خواتین۔ اسلام آباد: نیشنل بک فائونڈیشن، ۲۰۰۰ء۔

۴۔ ایم سلطانہ بخش، ڈاکٹر۔ عصمت چغتائی شخصیت و فن۔ (مقالہ نگار۔ ندا فاضلی) مقالہ عصمت آپا۔ ص ۷۷۔ اسلام آباد: ورلڈ ویزن پبلشرز، ۱۹۹۲ء۔

۵۔ اردو میں نسائی ادب کا منظر نامہ۔ مرتبہ قیصر جہاں، شعبہء اردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، جولائی ۲۰۰۴ء۔

۶۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر۔ ترجے کے مسائل۔ تنقید اور تجربہ۔ کراچی: مشتاق بک ڈپو، ۱۹۶۷ء۔

۷۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر۔ تاریخ ادب اردو، جلد اول۔ لاہور: مجلس ترقی ادب۔ ۲۰۰۵ء۔

۸۔ جاوید اختر، ڈاکٹر۔ اردو کی ناول نگار خواتین۔ لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۷ء۔

۹۔ حنیف کیفی۔ اردو میں نظم معریٰ اور آزاد نظم۔ لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۱۹۹۵ء۔

۱۰۔ حسن الدین احمد۔ اردو شاعری کے منظوم اردو تراجم کا تحقیقی اور تنقیدی مطالعہ۔ حیدر آباد: ولا اکیڈمی، ۱۹۸۴ء۔

۱۱۔ سہیل بخاری، ڈاکٹر۔ ناول نگاری۔ لاہور: مکتبہ جدید، ۱۹۶۰ء۔

۱۲۔ سہیل بخاری، ڈاکٹر۔ اردو ناول کی تاریخ و تنقید۔ لاہور: مکتبہ میری لائبریری، ۱۹۶۶ء۔

۱۳۔ شیخ عبدالرشید۔ ترجمہ اور سماجی ہم آہنگی۔ http/daily Pakistan.com.pk/16october2017

۱۴۔ عطش درانی، ڈاکٹر۔ پاکستانی اردو۔ اسلام آباد۔ مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۴ء۔

۱۵۔ رسالہ فکر و تحقیق۔ عصمت فن اور شخصیت، شمارہ ۱۰، جولائی اگست، ۲۰۰۱ء۔

۱۶۔ عبدالقادر سروری، پروفیسر۔ جدید اردو شاعری۔ حیدر آباد: ، ۱۹۳۳ء۔

۱۷۔ فاخرہ نورین، ڈاکٹر۔ ترجمہ کاری۔ اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اردو، آئی ایٹ ون، ۲۰۱۴ء۔

۱۹۔ کھلر، کے کے۔ اردو ناول کا نگار خانہ۔ نئی دہلی: سیمانت پرکاش، ۱۹۸۳ء۔

۲۱۔ نارنگ، گوپی چند۔ اردو افسانہ، روایت اور مسائل۔ دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۸۱ء۔

22.Bassnett, Susan. Translation Studies.3rd Edition London: Rutledge. 1988.

23.Chughtai, Ismat.. The Quilt & Other Stories. Translated by Tahira Naqvi and Syeda S. Hameed. Riverdale-on-Hudson, NY: Sheep Meadow Press, 1994.

25.Chughtai, Ismat. The Crooked Line. Trans. Tahira.Naqvi.New York:Feminist press.2008

26. Lesslay Fleming..A Reiew Article.Out of the Zenana: New Translations of Ismat Chughtai's Work. University of Maine .Annual of Urdu studies.

27. M,Atique siddique.Origin of Modren Hindustani Literature:.Ali Garh,1963

28. Manto Flattened: An Assessment of Khalid Hassan's Translations, Annual of Urdu studies.

29. M. Asaduddin. Lost/Found in translation: The Author as a self-Translator. Edited by Rakhshanda Jalil. Qurratulain Hyder and the River of Fire. Karachi: Oxford University Press, 2011

30.Shaiafta Ayub.Cases of "Domestication and foreignization" in the Translation of Urdu short story in to English): A preliminary Inquiry.European academic research,.volume.ii,issue 4/July 2014,p.4798 (.www.euacademic.org.)

31. Zeynab Ali. Writing for Women (https://thehungryreader.wordpress.com/2017/08/11/the-crooked-line-by-ismat-chughtai-translated-from-the-urdu-by-tahira-naqvi/}/}